سنتیں :

صبح کی سنتوں کا تعلق نمازِ صبح سے ہے تہجد سے نہیں ہے ۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معمول ذکر فرماتی ہیں کہ آپ سنتیں ہمیشہ طلوعِ صبح پر پڑھا کرتے تھے :

"قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سکت المؤذن بالاولیٰ من صلوٰۃ الفجر قام فرکع رکعتین خفیفتین قبل صلوٰۃ الفجر بعد ان یستبین الفجر ۔ الحدیث"

(البخاری باب من انتظر الاقامۃ ج ۱ ص ۸۷)

قرآنِ حکیم میں آیا ہے کہ نماز کا وقت متعین ہے :

"اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا" (النساء : ع ۱۵)

کہ "بیشک نماز مسلمانوں پر بہ قیدِ وقت فرض ہے"!

یہ متعین وقت جبرائیل امین اور خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھا کر بتا دیا ہے کہ صبح کا وقت صبح صادق سے اسفار اور طلوعِ آفتاب تک کا درمیانی وقت ہے :

"وقت صلوٰتکم بین ما رأیتم" (رواہ مسلم) "وقال جبرائیل : یا محمد ھٰذا وقت الانبیاء من قبلک والوقت ما بین ھٰذین الوقتین" (رواہ ابوداؤد والترمذی وفی اسنادہ بعض من تکلم فیہ بعضھم ولکن صححہ ابن عبد البر ۔ تنقیح)

اگر وہ متعین وقت ، طلوعِ صبح اور طلوعِ آفتاب کے مابین وقت کا نام ہے تو طلوعِ صبح صادق . . . سے پہلے نمازِ صبح جائز نہیں ہونی چاہیئے ۔

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے وقتِ نماز کی قید کا یہ جواب دیا ہے کہ اس سے مراد وقت اور قربِ وقت دونوں ہیں (فتح الباری ص ۶۴۳ ، ج ۳) ہمارے نزدیک یہ بھی محلِ نظر ہے کیونکہ اس سے لازم آئے گا کہ قربِ وقت میں نمازِ صبح بھی جائز ہو جائے حالانکہ اس کا کوئی بھی شخص قائل نہیں ہے ۔ اس کے علاوہ اسی قربِ وقت کی دلیل کیا ہے ؟ باقی رہی نماز "غلس" میں پڑھنے کی بات ، سو اس سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتی کیونکہ غلس سے مراد اندھیرا ہے ، صبح کاذب یا رات نہیں ہے ۔

خلاصہ یہ کہ صبح صادق سے پہلے نمازِ صبح کیلئے اذان حدیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ احادیثِ مرفوعہ اور تعاملِ صحابہؓ کے بھی خلاف ہے ۔ صحیح یہ ہے کہ صبح صادق ہونے پر اذان دی جائے اور فجر ہونے پر ہی سنتیں پڑھی جائیں ۔ جیسا کہ حضرت صدیقہؓ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تعامل بیان فرمایا ہے ۔

دو اذانوں کا رواج بھی خود اسی بات کی دلیل ہے کہ پہلی اذان صبح کی نماز کیلئے کافی نہیں ہے۔ اصل میں بات کافی گڈ مڈ ہو رہی ہے۔

صبح صادق سے پہلے اذان جائز ہے یا نہیں؟ ایک تفصیل طلب بات ہے۔ اگر سحری کھانے یا نوافل پڑھنے کیلئے ہے تو جائز ہے اور دی جاتی رہی ہے۔ اور اس حد تک ہمیں ان سے اتفاق ہے۔ اور اگر اس کے یہ معنے ہیں کہ:

۱۔ صبح کی نماز کیلئے جو اذان مطلوب ہے وہ صبح صادق سے پہلے بھی دی جا سکتی ہے۔

۲۔ یا یہ کہ جو اذان تہجد اور سحری کیلئے دی گئی ہے وہی صبح کی نماز کیلئے بھی کافی ہو سکتی ہے؟ تو ہمیں ان سے اختلاف ہے کیونکہ صریح احادیث اور صحابہؓ کا تعامل اس کے خلاف ہے۔

حافظ ابن حجرؒ عسقلانی فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا بھی یہی نظریہ ہے کہ ابن ام مکتومؓ کی اذان بلالؓ کی اذان سے مختلف تھی۔ اور وہ اس امر کا ثبوت ہے کہ صبح کی نماز کیلئے پہلی اذان پر قناعت نہیں کی جا سکتی۔

والذی یظھر لی ان مراد المصنف بالترجمتین ان یبین ان معنی الذی کان یؤذن لاجلہ قبل الفجر غیر المعنی الذی یؤذن لاجلہ بعد الفجر وان الاذان قبل الفجر لا یکتفی بہ عن الاذان بعدہ وان اذان ابن مکتوم لم یکن یقع قبل الفجر" (فتح الباری ج ۲، ص ۸۵)

چونکہ حضرت بلالؓ کی نگاہ کمزور ہو گئی تھی اس لئے کبھی کبھار وہ قبل از وقت اذان دے ڈالتے تھے چنانچہ ایک دفعہ حضورؐ نے ان سے فرمایا تھا کہ اب اس کی تلافی کرو اور اعلان کرو کہ غلام سو گیا تھا" الا ان العبد نام" (ابوداؤد وغیرہ) چونکہ متعدد طرق سے یہ روایت مروی ہے اس لئے انفرادی ضعف منجبر ہو گیا ہے (یعنی اس کی تلافی ہو گئی ہے) قال الحافظ:

"وکان سبب ذالک مارُوی انہ ربما اخطأ الفجر فاذن قبل طلوعہ وانہ اخطأ مرۃ فامرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یرجع فیقول الا ان العبد نام ... و ھو حدیث اخرجہ ابوداؤد وغیرہ من طریق حماد بن سلمۃ عن ایوب عن نافع عن ابن عمر موصولا مرفوعا ورجالہ ثقات حفاظ لکن اتفق ائمۃ الحدیث علی ان حمادًا اخطأ فی رفعہ وان الصواب وقفہ علی عمر بن الخطاب وانہ ھو الذی

وقع ذالك مع مؤذنه وان حماد انفرد برفعه ومع ذالك فقد وجدله متابع . . .

وهذه طرق يقوى بعضها بعضا قوة ظاهرة " (فتح الباری باب الاذان بعد الفجر ص ۳۴۵ ج ۲)

فرض کیجئے، یہ روایت مرفوع صحیح نہیں ہے اور یہ حضرت عمرؓ کا معاملہ ہے تو بھی خلیفہ راشد کا یہ فیصلہ ایک معنیٰ رکھتا ہے جسے نظر انداز کرنا مشکل ہے۔ بہرحال امام ابن حجر عسقلانیؒ کے نزدیک مرفوعاً روایت کو بالکلیہ نظر انداز کرنا مشکل ہے۔ اس کی اصل ضرور ہے۔ اس وقت دارقطنی ہمارے سامنے ہیں۔ اس میں انہوں نے روایات کی جو تفصیل پیش کی ہے اس سے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے قول کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو دارقطنی ص۹۱ طبع ہند۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ الگ ایک واقعہ ہے جس سے حماد والی روایت کی تائید ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے اسی حکم کا ماخذ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہی عمل ہو جو حماد بن سلمۃ، معمر، عبدالعزیز بن ابی رواد نے زہری نے بیان کیا ہے۔ یہی روایت ابن عمرؓ کے علاوہ حضرت انسؓ نے بھی بیان کی ہے۔ اس لئے یہ اعتراض کہ حماد بن سلمۃ کو مغالطہ لگا ہے . . . اصل میں یہ واقعہ حضرت عمرؓ کا واقعہ ہے، ہمارے نزدیک یہ ایک قیاس ہے، انکو الگ الگ تصور کر لینے میں آخر اس میں روایتی حیثیت سے کیا استحالہ لازم آتا ہے، حماد بن سلمہ ثقہ ہے اور احد الاعلام میں شمار ہوتا ہے۔ آخر میں ان میں تغیر آگیا تھا لیکن سعید بن زربی، معمر اور ابن ابی رواد کی متابعت سے وہم، غلطی اور تساہل کا اندیشہ بھی جاتا رہا جو ایک مختلط کی وجہ سے ممکن ہو جاتا ہے۔ اگر حماد کی بات ہے تو وہ منفرد نہیں ہے، معمر، سعید اور عبدالعزیز اس کے متابع ہیں۔ اگر ایوب کا قصہ ہے تو حمید بن ہلال، حسن بصری اور قتادہ کی متابعت مداوی بن گئی۔ اگر معاملہ حضرت ابن عمرؓ کا ہے تو حضرت انسؓ بھی ان کے ہمراہ ہو گئے ہیں۔ اور اگر بات مضمون کی ہے تو حضرت ثوبانؓ کی روایت اس کی موید ہے۔ بہرحال جو بھی پہلو لیں گے روایت قابلِ احتجاج ثابت ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبانؓ ایک دفعہ صبح صادق سے پہلے صبح کی اذان دے بیٹھے۔ آپ نے انہیں اس سے منع کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ صبح صادق ہونے سے پہلے اذان نہ دیا کیجئے۔ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ثوبانؓ نے مکرر اذان کہی۔ جو لوگ کہتے ہیں، صبح صادق ہونے سے پہلے جو اذان ہو جاتی ہے وہ کافی ہو جاتی ہے، یہ بات بھی غلط ہو گئی۔

روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"عبد الرزاق عن معمر عن جعفر بن برقان عن شداد مولی عباس عن ثوبان

قال اذنت مرة فدخلت على النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت قد اذنت یا رسول اللہ قال لا تؤذن حتی تصبح ثم جئتہ ایضا فقلت قد اذنت فقال لا تؤذن حتی تراہ ھکذا وجمع بین یدیہ ثم فرقھما " (مصنف عبد الرزاق ص ۴۹۱)

ابوداؤد میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا تھا کہ صبح صادق سے پہلے اذان نہ دیا کریں:

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ (ای لبلال) لا تؤذن حتی یستبین لک الفجر ھکذا ومد یدیہ عرضا " رواہ ابوداؤد وقال شداد مولیٰ عیاض لم یدرک بلالا ص ۵۶ باب فی الاذان قبل دخول الوقت)

لیکن یہ انقطاع مضر نہیں کیونکہ شواہد موجود ہیں۔

آثار صحابہؓ سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ صحابہ صبح صادق ہونے سے پہلے اذان دینے کے حق میں نہیں تھے:

"عن سوید عن بلال قال کان لا یؤذن حتی ینشق الفجر" (رواہ ابن ابی شیبۃ ص ۲۱۴ وفیہ حجاج عنعن)

"عن عطاء عن ابی محذورۃ انہ اذن لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولابی بکر وعمر فکان لا یؤذن حتی یطلع الفجر" (ایضاً ص ۲۱۴ وفیہ حجاج ایضا)

یعنی حضرت ابومحذورہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے مؤذن رہے ہیں، طلوعِ فجر سے پہلے اذان نہیں دیتے تھے۔

حضرت سلیمان بن مہران اعمش تابعی ہیں۔ انہوں نے تمام صحابہؓ کے متعلق بتایا ہے کہ وہ طلوعِ صبح سے پہلے اذان دینے کو مکروہ سمجھتے تھے:

"کانوا یکرھون ان یؤذن المؤذن قبل طلوع الفجر" (عبد الرزاق ص ۴۹۱)

حضرت امام نخعیؒ تو یہاں تک صحابہؓ کا تعامل پیش کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص صبح صادق ہونے سے پہلے اذان دے لیتا تو صحابہ آکر احتجاج کرتے، اسے خوفِ خدا یاد دلاتے اور اذان دوبارہ دینے کو کہتے تھے:

"کانوا اذا اذن المؤذن بلیل اتوہ فقالوا اتق اللہ واعد اذانک" (عبد الرزاق ص ۴۹۱)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، طلوعِ فجر سے پہلے صحابہ اذان نہ دیتے تھے:

"عن عائشة قالت ما کانوا یؤذنون حتی ینفجر الفجر" (ابن ابی شیبة ص ۲۱۴/۱)

امام ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ ہم حضرت علقمہ (متوفی سنہ ۶۲ھ) کو الوداع کہنے گئے تو رات کو انہوں نے اذان سن لی۔ انہوں نے کہا کہ اس شخص نے رسولِ پاکؐ کے صحابہؓ کی سنت کے خلاف کیا ہے:

"عن ابراھیم قال شیعنا علقمة الی مکة فخرجنا بلیل فسمع مؤذنا یؤذن فقال اما ھذا فقد خالف سنة اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ الحدیث" (ابن ابی شیبة ص ۲۱۴/۱ وفیہ ابو اسحاق وقد عنعن)

یہ یاد رہے کہ حضرت علقمہ۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت حذیفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے صحابہ کے شاگرد ہیں۔ حضرت نافع سے کسی نے پوچھا کہ صبح سے پہلے بھی صحابہ نے اذان دی؟ کہا نہیں:

"قال ابن نمیر، قلت لنافع انھم کانوا ینادون قبل الفجر؟ قال ما کان النداء الا بالفجر" (ایضاً)

نافع حضرت ابن عمرؓ کے غلام، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عائشہؓ کے شاگرد ہیں ــــ ان روایات کی اسانید میں تدلیس کی جو صورتیں نظر آتی ہیں وہ کثرتِ طرق کی وجہ سے مضر نہیں ہیں!

واللہ اعلم!

بہت سے احباب کی مدت خریداری اس شمارے کے بعد ختم ہو جائے گی۔ بطورِ اطلاع ان کے نام آنے والے پرچے پر "آپ کا چندہ ختم ہے" کی مہر لگا دی گئی ہے۔ اپنا پرچہ چیک کریں اور نوٹ فرمالیں کہ اس اطلاع کے بعد، پندرہ دن کے اندر اندر، آیندہ خریداری جاری رکھنے کی صورت میں سالانہ زرِ تعاون بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمادیں یا اگلے ماہ (اگست کا شمارہ) بذریعہ وی پی وصول کرنے کے لئے تیار رہیں ــــ اور (خدانخواستہ) آئندہ خریداری جاری نہ رکھنے کی صورت میں دفتر کو اطلاع دیں کہ وی پی روانہ نہ کیا جائے۔ ورنہ بعد میں کوئی معذرت قابلِ قبول نہ ہوگی۔ یاد رکھئے وی۔پی۔پی واپس کرنا اخلاقی جرم ہے

● بعض اوقات تازہ پرچہ محفوظ رکھنے کی خاطر وی پی پیکٹ میں پرانا پرچہ ارسال کر دیا جاتا ہے، اور وی پی وصول ہونے کے فوراً بعد تازہ پرچہ عام ڈاک سے روانہ کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اسے کسی بددیانتی پر محمول نہ کیا جائے۔ والسلام!

(منیجر)